از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 30 جنوری 1957

رتن رائے

بنام

دی سٹیٹ آف بہار

[بھگوتی، بی پی سنہا اور جے کے کپور جسٹس صاحبان]

حوالہ جات-فیصلہ ساز کمیٹی ٹرائل-جج فیصلے سے متفق نہیں-کونسل کا پروسیجر ڈیوٹی-ہائی عدالت-اگر پورے ثبوت پر غور کیے بغیر اکثریت کے فیصلے کو قبول کر سکتے ہیں-سپریم عدالت-اگر طریقہ کار اپنانا چاہیے

-ضابطہ فوجداری (ایکٹ V، سال 1898)، جیسا کہ ایکٹ XXVI، سال 1955، دفعہ 307 کے ذریعے ترمیم کی گئی ہے۔

اپیل گزاروں پر تعزیرات مجموعہ بھارت 435 اور 436 کے تحت الزام عائد کیا گیا تھا اور ان پر فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے مقدمہ چلایا گیا، جس نے مجرم کا اکثریت کا فیصلہ واپس کر دیا۔ اسسٹنٹ سیشن جج نے مذکورہ فیصلے سے اختلاف کیا اور عدالت عالیہ کا حوالہ دیا۔

حوالہ کی سماعت میں اپیل گزاروں کے وکیل نے صرف یہ دعوی کیا کہ فیصلہ ساز کمیٹی کے سامنے الزام عیب دار تھا، اور ججوں کے سامنے پورا ثبوت پیش نہیں کیا، جنہوں نے صرف درخواست کردہ اعتراضات پر غور کیا، اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، اور حوالہ کو نااہل قرار دیا اور اپیل گزاروں کو قصوروار پایا اور انہیں مجرم قرار دیا۔

حکم ہوا کہ، ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307 کے تحت ایک حوالہ پیش کرنا وکیل کا فرض ہے، اور یہ عدالت عالیہ پر واجب ہے کہ وہ مقدمے کے جج کی رائے اور فیصلہ ساز کمیٹی کے فیصلے کو مناسب بار دینے کے بعد، پورے ثبوت اور الزام پر غور کرے اور فیصلہ ساز کمیٹی کے سامنے رکھے اور اپنے نتیجے پر پہنچے، اور ملزم کو ان جرائم سے بری یا مجرم قرار دے جس میں فیصلہ ساز کمیٹی اسے مجرم قرار دے سکتی تھی یا بری کر سکتی تھی۔ عدالت عالیہ کا پورے شواہد پر غور کیے بغیر فیصلہ سنانا غلط تھا۔

عدالت عظمیٰ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ پورے شواہد پر غور کرنے کا طریقہ کار اپنائے اور اس نتیجے پر پہنچے جو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307 (3) کی توضیعات کے مطابق عدالت عالیہ کو کرنا چاہیے تھا۔

اخلا کلی حیا تلی بنام ریاست بمبئی، (1954) S.C.R.-435 اور رامانگرہ سنگھ بنام ایمپرر، اے۔ آئی۔ آر۔ 1946 پی۔ سی۔ 151، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 104، سال 1955۔

سیشن ٹرائل نمبر 81 سال 1951 کے سلسلے میں 16 فروری 1952 کو دوسری عدالت چھپرا کے اسسٹنٹ سیشن جج کی جانب سے دائر ریفرنس سے پیدا ہونے والے فیصلہ ساز کمیٹی ریفرنس نمبر 1، سال 1952 میں پٹنہ ہائی کورٹ کے 9 ستمبر 1953 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل کی گئی۔

ایس پی ورما، اپیل کنندگان نمبر 2 اور 3 کے لیے۔

مدعا علیہ کی طرف سے بی کے سرن اور آر سی پرساد۔

30.1957 جنوری۔

عدالت کا فیصلہ بھگوتی جسٹس نے سنایا۔

اپیل کنند گان نمبر 2 اور 3، جو اس اپیل کے التواء کے دوران اپیل کنندہ نمبر 1 کی موت کے بعد زندہ بچ جانے والے اپیل کنند گان ہیں، پر جرائم کا ارتکاب کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ تعزیرات مجموعہ بھارت 435 اور 436 کے تحت اور سرن، چپرا کے دوسری اسسٹنٹ سیشن جج نے فیصلہ ساز کمیٹی کی مدد سے مقدمہ چلایا۔ فیصلہ ساز کمیٹی نے اکثریت کا فیصلہ واپس کیا کہ وہ دونوں ان دفعات کے تحت جرائم کے مجرم تھے۔ اسسٹنٹ سیشن جج نے مذکورہ فیصلے سے اختلاف کیا اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307 کے تحت پٹنہ میں بااختیار عدالتِ عالیہ کا حوالہ دیا۔ مذکورہ حوالہ کی سماعت اس عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ نے کی۔ عدالت عالیہ کے فاضل ججوں نے ان دلائل کو مسترد کر دیا جن پر فیصلہ ساز کمیٹی کے خلاف الزام کے ناقص ہونے کے حوالے سے ان کے سامنے زور دیا گیا تھا اور مزید کہا کہ حوالہ، حالات میں، مجاز نہیں تھا۔ تاہم، انہوں نے مزید کچھ کیے بغیر اکثریت کے فیصلے کو قبول کر لیا اور اپیل گزاروں کو تعزیرات مجموعہ بھارت 435 اور 436 کے تحت جرائم کا مجرم قرار دیا اور انہیں چھ چھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی۔ اپیل گزاروں نے اس عدالت سے آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت حاصل کی اور اسی لیے یہ اپیل کی۔

اس اپیل کی طرف لے جانے والے حقائق کو جلد ہی اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:- ٹینگرہی کے گاؤں رام پور کے پلاٹ نمبر 1100 کے حق کو لے کر فریقین کے درمیان تنازعہ تھا۔ ایک کیلاش رائے نے اس پلاٹ کا مالک ہونے کا دعوی کیا اور یہ بھی دعوی کیا کہ اس پلاٹ کے ایک حصے میں ایک پلانی کھڑی ہے اور ساتھ ہی ایک پنجول، یعنی اس کے آس پاس ایک گھاس کا ڈھیر بھی ہے۔ اس علاقے کے سلسلے میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 144 کے تحت کارروائی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں کیلاش رائے کی طرف سے اپیل گزاروں کے خلاف دائر کردہ حقِ دعویٰ ٹی ایس نمبر 8/58، سال 50/1948 تھا۔ کیلاش رائے کے دعوے کو مسترد کرتے ہوئے اس حقِ دعویٰ میں 16 دسمبر 1950 کو ایک ڈگری منظور کی گئی تھی۔ کیلاش رائے کی طرف سے اس ڈگری کے خلاف اپیل دائر کی گئی تھی اور یہ اپیل واقعے کی تاریخ تک زیر التوا تھی۔ 4 مارچ 1951 کو کیلاش رائے پلانی میں تقریباً 3 سے 4 بجے بیٹھے تھے۔ لاٹھیوں، بھالوں اور فارسوں سے لیس اپیل گزاروں سمیت تقریباً 100 سے 125 افراد پر مشتمل ہجوم پلانی آیا اور اسے مسمار کرنا شروع کر دیا۔ کیلاش رائے نے احتجاج کیا، اور

متوفی اپیل نمبر 1 نے حکم دیا کہ پلانی کو آگ لگا دی جائے۔ اس کے بعد اپیل نمبر 2 نے پلانی کو ماچس کی تیلی سے آگ لگا دی اور اپیل نمبر 3 نے پنجول کو آگ لگا دی۔ اس واقعے کی ابتدائی اطلاعی رپورٹ اسی رات کو رات 8 بجے گوپال گنج پولیس اسٹیشن میں درج کی گئی۔ گوپال گنج پولیس اسٹیشن کے انچارج افسر نے معاملے کی تحقیقات کی اور اپیل گزاروں پر تعزیرات مجموعہ بھارت 435 اور 436 کے تحت جرائم کا ارتکاب کرنے کا الزام عائد کیا۔

عدالت مرتکب نے اپیل گزاروں کے خلاف پہلی نظر میں مقدمہ پایا اور انہیں اسسٹنٹ سیشن جج، دوسری عدالت، چپرا کے ذریعے مقدمے کی سماعت کے لیے بھیج دیا، جس نے ان پر فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے مقدمہ چلایا۔ فیصلہ ساز کمیٹی نے اپیل گزاروں کے خلاف جرم کا اکثریتی فیصلہ واپس کر دیا۔ تاہم اسسٹنٹ سیشن جج نے اس فیصلے سے اختلاف کیا اور عدالت عالیہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ان کے سامنے درج کیے گئے شواہد کے مطابق اپیل گزاروں کے پاس پلانی اور پنجول موجود تھے لیکن 16 دسمبر 1950 کو حقِ دعویٰ میں ڈگری پاس ہونے سے کچھ عرصہ قبل انہیں بے دخل کر دیا گیا تھا، اور اس لیے 4 مارچ 1951 کو کیلاش رائے سے اس کے قبضے کی بازیابی کے لیے اقدامات کرنا جائز تھا، اور اگر اس عمل میں اپیل کنندگان نے پلانی اور پنجول کو آگ لگا دی تو وہ صرف اپنی املاک کو نقصان پہنچا رہے تھے اور استغاثہ کے الزام کے مطابق آگ لگا کر شرارت کرنے کے جرم میں قصوروار نہیں تھے۔ اسسٹنٹ سیشن جج نے فیصلے پر پہنچنے میں فیصلہ ساز کمیٹی کے ذہنوں کے کام کاج کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی جو انہوں نے کیا اور اگرچہ وہ پلانی اور پنجول کے قبضے کے حوالے سے فیصلہ ساز کمیٹی کی طرف سے پہنچائے گئے حقائق کے مبینہ نتائج سے متفق تھے، قانون سے متفق نہیں تھے جیسا کہ مبینہ طور پر فیصلہ ساز کمیٹی کی طرف سے لاگو کیا گیا تھا اور اس وجہ سے وہ اکثریت کے فیصلے سے متفق نہیں تھے۔

جب عدالت عالیہ کے سامنے حوالے کی سماعت ہوئی تو اپیل گزاروں کے وکیل نے صرف یہ دلیل دی کہ اسسٹنٹ سیشن جج کی طرف سے فیصلہ ساز کمیٹی کو مخاطب کیا گیا الزام عیب دار تھا اور اس نے عدالت عالیہ کو مدعو نہیں کیا، جیسا کہ اسے کرنا چاہیے تھا، تاکہ وہ پورے شواہد پر غور کرے اور اپیل گزاروں کو ان جرائم سے بری یا مجرم قرار دے جس کے لیے فیصلہ ساز کمیٹی انہیں وضع

قابل اور اس کے سامنے رکھے گئے الزامات پر مجرم قرار دے سکتی تھی، جیسا کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307(3) کے تحت مطلوبہ سیشن جج اور فیصلہ ساز کمیٹی کی رائے کو مناسب بار دینے کے بعد۔ لہذا ہائی کورٹ نے صرف ان اعتراضات پر غور کیا جو اس کے سامنے اپیل کنند گان کے وکیل کی جانب سے لگائے گئے الزامات کے ناقص ہونے کے حوالے سے اٹھائے گئے تھے اور انہیں خارج کر دیا، اکثریتی فیصلے کو قبول کیا، اپیل کنند گان کو مجرم قرار دیا اور انہیں مندرجہ بالا سزا سنائی۔

ہماری رائے ہے کہ ایسا کرنے میں عدالت عالیہ نے واضح طور پر غلطی کی تھی اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307(3) کی توضیعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کام کیا۔ دفعہ 307(3) فراہم کرتی ہے:-

"اس طرح پیش کر دہ مقدمے سے نمٹنے میں عدالت عالیہ کسی بھی اختیارات کا استعمال کر سکتی ہے جو وہ اپیل پر استعمال کر سکتی ہے، اور اس کے تابع، پورے شواہد پر غور کرنے کے بعد اور سیشن جج اور فیصلہ ساز کمیٹی کی رائے کو مناسب بار دینے کے بعد، ایسے ملزم کو کسی ایسے جرم سے بری یا مجرم قرار دے گی جس کے لیے فیصلہ ساز کمیٹی اسے بنائے گئے اور اس کے سامنے رکھے گئے الزام پر مجرم قرار دے سکتی تھی۔ اور، اگر وہ اسے مجرم قرار دیتی ہے، تو وہ ایسی سزا دے سکتی ہے جو سیشن عدالت کے ذریعے منظور کی گئی ہو۔

ہمیں اخلاکلی حیاتلی بنام ریاست بمبئی (1) میں اس شق پر غور کرنے کا موقع ملا جہاں ہم نے راما نگرہ سنگھ بنام ایمپرر (2) میں پریوی کونسل کے عزت ماب کے درج ذیل مشاہدات کی منظوری دی:

"حوالہ سے نمٹنے میں عدالت عالیہ کے اختیارات ذیلی دفعہ (3) میں موجود ہیں۔ یہ ان اختیارات میں سے کسی کو بھی استعمال کر سکتا ہے جو وہ اپیل پر استعمال کر سکتا ہے، اور اس میں دفعہ 428 کے ذریعے دیے گئے نئے شواہد طلب کرنے کا اختیار بھی شامل ہے۔ عدالت کو پورے معاملے پر غور کرنا چاہیے اور سیشن جج اور فیصلہ ساز کمیٹی کی رائے کو مناسب اہمیت دینی چاہیے، اور پھر ملزم کو بری یا مجرم قرار دینا چاہیے۔ ان کے عزت ماب کے خیال میں، عدالت عالیہ میں سب سے اہم غور یہ

ہونا چاہیے کہ آیا انصاف کے مقاصد کے لیے ضروری ہے کہ فیصلہ ساز کمیٹی کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا جائے۔ عام طور پر، اگر ثبوت ایسا ہے کہ وہ ٹرائل عدالت کے ذریعہ اس کے بارے میں لیے گئے نقطہ نظر کے مطابق، مجرم، یا مجرم نہ ہونے کے فیصلے کی مناسب طریقے سے حمایت کر سکتا ہے، اور اگر فیصلہ ساز کمیٹی ثبوت کے بارے میں ایک نظریہ رکھتی ہے اور جج کو لگتا ہے کہ انہیں دوسرا لینا چاہیے تھا، تو فیصلہ ساز کمیٹی کا نظریہ غالب ہونا چاہیے، کیونکہ وہ حقیقت کے جج ہیں۔ ایسے معاملے میں حوالہ جائز نہیں ہے، اور یہ صرف ان کے نقطہ نظر کو قبول کرنے سے ہے کہ عدالت عالیہ فیصلہ ساز کمیٹی کی رائے کو مناسب اہمیت دے سکتی ہے۔ تاہم، اگر عدالت عالیہ یہ سمجھتی ہے کہ شواہد کے مطابق مردوں کا کوئی معقول گروہ فیصلہ ساز کمیٹی کے نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا تھا، تو حوالہ جائز تھا اور انصاف کے مقاصد کے لیے ضروری تھا کہ فیصلے کو نظر انداز کیا جائے۔"

مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307 کے تحت ایک حوالہ میں ہم نے اسے نقطہ نظر کا صحیح طریقہ قرار دیا تھا۔ عدالت عالیہ پر یہ واجب تھا کہ جب اس کی طرف سے حوالہ سنا گیا تو وہ پورے شواہد پر غور کرے اور اپنے نتیجے پر پہنچے کہ آیا ثبوت ایسا تھا کہ وہ اپیل گزاروں کے خلاف مجرم کے فیصلے کی مناسب حمایت کر سکے۔ اگر عدالت عالیہ اس نتیجے پر پہنچی کہ ثبوت ایسا تھا کہ فیصلہ ساز کمیٹی کے لیے یہ نظریہ اختیار کرنا ممکن تھا کہ اس نے جج کے باوجود ایسا کیا۔ سوچا کہ انہیں ایک اور نظریہ اختیار کرنا چاہیے تھا کہ حوالہ جائز نہیں ہوگا اور عدالت عالیہ کو فیصلہ ساز کمیٹی کی رائے کو قبول کرنا چاہیے تھا۔ تاہم اگر عدالت عالیہ اس ثبوت پر رائے رکھتی کہ فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے اخذ کردہ نتیجے پر مردوں کا کوئی معقول گروہ نہیں پہنچ سکتا تھا تو حوالہ بالکل جائز ہوتا اور انصاف کے مقاصد کے لیے ضروری ہوتا کہ فیصلے کو نظر انداز کیا جائے۔ تاہم، ہائی کورٹ نے صرف الزام میں نقائص کے بارے میں فیصلہ ساز کمیٹی کو دیے گئے دلائل پر غور کیا، جسے اس کے سامنے اپیل کنندگان کے فاضل وکیل نے خطاب کیا اور ان تمام ثبوتوں پر غور نہیں کیا جو اس کے سامنے ریکارڈ پر تھے۔ ایسا نہ کرنے میں، ہماری واضح رائے ہے کہ اس نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307(3) کی توضیعات کی خلاف ورزی کی ہے۔

اس کے مطابق ہماری رائے ہے کہ عدالت عالیہ کا اکثریتی فیصلے کو قبول کرنے اور اپیل گزاروں کو مجرم قرار دینے اور پورے شواہد پر غور کیے بغیر انہیں اوپر کی طرح سزا سنانے کا فیصلہ واضح طور پر غلط تھا اور اپیل گزاروں کی سزا اور ان پر عائد سزاؤں کو کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔

ہمیں ہمارے سامنے پیش ہونے والے فریقین کے فاضل وکیل نے مدعو کیا تھا کہ وہ اپنے لیے پورے ثبوت پر غور کریں اور اس نتیجے پر پہنچیں جو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307(3) کی توضیعات کے مطابق عدالت عالیہ کو کرنا چاہیے تھا۔ ہمیں نہیں لگتا کہ یہ اپنانے کا مناسب طریقہ کار ہے اور اس لیے ہم اپیل کی اجازت دیتے ہیں، اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 307(3) کی توضیعات کے مطابق کام کرنے اور قانون کے مطابق اس سے نمٹنے کے لیے اس معاملے کو عدالت عالیہ کو واپس کرتے ہیں۔ اپیل کنندگان پہلے کی طرح اسی ضمانت پر رہیں گے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔